الاستاذ خرم مراد۔سوئے منزل مراد

آج ابو کو اپنے رب کے پاس لوٹے ہوئے ایک ہفتہ سے زائد گزر چکا ہے۔ان اللہ و ان الیہ راجعون۔وہ ۱۹ دسمبر کو جمعرات کے دن شام پونے سات بجے اس دار فانی سے کوچ کر گئے تھے۔گذشتہ ایک ہفتہ میں ان کی تدفین اور اس کے بعد مسلسل تعزیت کے لیے آنے والوں کی آمد و رفت میں ہمارا پورا خاندان مصروف رہا۔آج کچھ فرصت بہم پہنچی ہے تو میں کاغذ قلم اٹھا کر ابو کے ہزاروں چاہنے والوں سے گفتگو کے لیے بیٹھ گیا ہوں۔میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرا فرض ہے کہ ان کی کتاب زندگی کا آخری باب بھی سب کے سامنے لایا جائے تا کہ اس بات کی سب لوگ گواہی دے سکیں کہ جس طرح انہوں نے زندگی گزارنے کی تعلیم اپنی زندگی کو صراط مستقیم پر استوار کر کے اورادخلو فی السلم کافتہ اور خضر والی اللہ تصویر بنا کر دی تھی۔اس طرح اپنی موت میں بھی انہوں نے۔الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ کی ایک مثال قائم کی ہے۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جان کی کوئی بات نہیں

میری اس تحریر کا مقصد یہ بھی ہے کہ ان کی آخری وصیت کے اہم نکات ان کے احباب اور محسنین کی نظر کروں تا کہ ان کے لیے درجات میں مسلسل اضافہ کا وسیلہ بڑھے اور ہمیں بھی اللہ کے محبوب بندے کا پیغام عام کرنے کی اور اُدْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ) اور خضر و الی اللہ (دوڑو اللہ کی راہ میں) اور وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (دوڑا اپنے رب کی مغفرت کی جانب) کی تصویر بنا کر دی تھی۔اسی طرح اپنی موت میں بھی انہوں نے لقایک ربک (اپنے رب کا دیدار) اور الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ

(وہ لوگ کہ جو اپنے رب سے ملنے کی امید رکھتے ہیں) اور ولتنظر نفس ماقدمت لغد (اور تم میں سے ہر نفس یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا بھیجا ہے) اس کی مثال قائم کی ہے۔

جس دھج سے کوئی مقتل گیا وہ شان سلامت رہتی ہے

یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جان کی کوئی بات نہیں

میری اس تحریر کا مقصد یہ بھی ہے کہ ان کی آخری وصیت کا ایک اہم حصہ جو تمام احباب سے متعلق ہے اس کو ان کے چاہنے والوں کی نظر کروں تا کہ ابو کے درجات میں مسلسل اضافہ کے سلسلہ کو مزید تقویت ملے اور ہمیں اللہ کے ایک محبوب بندے کا کا پیغام اس کے بندوں تک عام کرنے کی کوشش کرنے کا اجر ملے۔

لوگوں کو فخر ہوتا ہے کہ وہ کسی مالدار تاجر، صنعتکار، کسی مشہور سیاسی خوانوادے سے ہیں یا سوسائٹی کے کسی اعلیٰ طبقہ سے یا کسی معروف نسلی گروہ سے وابستگی رکھتے ہیں۔ وہ اپنی نسبت جس فخر سے بتاتے ہیں اس سے میں غرور کا شائبہ آ جاتا ہے یا برتری کا احساس جھلکتا ہے۔ میں ان دونوں برائیوں سے پناہ مانگتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور شکر و سپاس سے لبریز ہو کر اپنی اس خوش قسمتی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ میرا باپ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھا اور بندگی رب ہی اس کا طرہ امتیاز تھا۔ ایک عام انسان ہی تھا۔ اس کے پاس دولت نہیں علم تھا، اقتدار نہیں ایمان تھا، بادشاہت نہیں خودی تھی، وہ زور آور نہ تھا لیکن اللہ پر توکل کرتا تھا، وہ لالچی نہ تھا لیکن جنت کی حرص اس پر غالب تھی۔

لیکن اسے موت نہ آتی مگر اس حال میں کہ وہ مسلم ہو۔" ولا تموتن إلا وأنتم مسلمون" ۔ القرآن وہ بن دیکھے رحمٰن سے ڈرتا تھا" مَنۡ خَشِیَ الرَّحۡمٰنَ بِالۡغَیۡبِ" وہ ایک ایسا سوز و مستی اور جذب و عشق سے معمور دل لیے ہوئے گیا کہ ہر جو ہر آن اور ہر حال میں اپنے رب کی طرف پلٹتا تھا۔ "وجاء بقلب منیب" جس نے اپنا جان اور مال جنت کے عوض اس کے حقیقی مالک کو فروخت کر دیتے تھے" إن الله اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأن

لھم الجنۃ" وہ اپنی خلوت اور جلوت کا اچھا خاصا حصہ قرآن کی تعلیم حاصل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے میں صرف کر کے اللہ کے نزدیک افضل ٹھہر گیا۔

"خَیرُکُم من تعلَّمَ القرآنَ وعلَّمَہُ" والقرآن۔ جس نے اپنے فرائض منصبی کو انفرادی و اجتماعی طور پر، تحریر و تقریر کر کے کے ذریعہ، قید خانوں کوٹھری اور کیمپ سے لیکر قریہ قریہ کہ جہاں تک وہ پہنچ سکا۔ ہر جگہ ادا کیا اور بھرپور طریقہ سے ادا کیا۔ یہاں تک بستر مرگ بھی اُسے سست نہ کروا سکا۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے اپنا بچپن ایک اسے سرپرست کے سائے میں گزارا۔ وہ ہمارے باپ بھی تھے، رہنما بھی تھے، مربی بھی تھے اور دوست بھی تھے۔ اور آج اگر ہم غمگین ہیں، ہماری آنکھیں اشکبار ہیں، ہمارا دل پھٹا ہوا ہے، ہمارا جگر خون خون ہے تو اس کی وجہ اس نعمتِ خداوندی سے محرومی کا احساس ہے۔ مکارمِ اخلاق کے خوبصورت گلدستہ کے مرجھا جانے کا افسوس ہے، دعوت الٰہی اللہ کے شجر سایہ دار کے اکھڑ جانے کی تکلیف ہے، گنجیہ علم وحکمت کے بحر وخار کے پھٹ جانے کا خلا ہے، ذکر الٰہی کی تڑپ میں ساری عمر جلنے والی شمع کے بجھ جانے کے بعد اندھیرے ہیں۔ اس متاعِ بیش بہا کے لٹ جانے کا زخم ہے، اور اس نفسِ سے جدائی کا گھاؤ ہے۔ یقیناً اس خاکی زمین کے اوپر اور نیلے آسمان کے نیچے رسول اقدس کی موت سے زیادہ جانے کا صدمہ کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ ہر ذی روح کو موت کا مزہ چکھنا ہے

"وَ مَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَ مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْیَا نُؤْتِہٖ مِنْھَا ۚ وَ مَنْ یُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَۃِ نُؤْتِہٖ مِنْھَا ۭ وَ سَنَجْزِی الشّٰکِرِیْنَ"۔

۔۔۔ اخلاق حسنہ کے ایک حسین گلدستہ کا، مرجھا جانا ہے، دعوت الی اللہ کے ایک شجر سایہ دار کا، اکھڑ جانا ہے، ذکر الٰہی کی تڑپ میں ساری عمر جلنے والی شمع کا گل ہو جانا ہے، گنجیہ علم وحکمت کے بحر ذخار کا پھٹ جانا ہے، یہ غم متاعِ بیش بہا کے لٹ جانے کا، افسوس اُن قدموں کا اُٹھ جانا جو زمین کے سینہ پر زمین کے مالک کی خدائی کا ڈنکا بجالانے کے لیے متحرک رہتے تھے۔

حالیہ آپریشن اس لحاظ سے غیر معمولی نوعیت رکھتا تھا کہ یہ تیسری بار کیا جانا تھا اور اس کے لیے رضامندی اس وقت ہوئی کہ جب ڈاکٹرز نے یہ کہا کہ آپ کے لیے نہ کرانا زیادہ خطرناک

ہے اور کرانے کی صورت میں پانچ سے دس پرسنٹ تک ناکامی کا خطرہ ہے۔لیکن ابو یہ بات جانتے تھے کہ میرے لیے خطرہ یا توصفر ہے یا پورے سو فیصدی ہے۔اورانہوں نے اس فکر کے ساتھ تیاری کی۔ انہوں نے یہ کہا کہ مجھے کوئی پیشگی خبر نہیں لیکن جبکہ عام آدمی کی زندگی بھی خطرے میں ہوتی ہے تو مجھے اپنی مخصوص صورت حال میں تو مکمل طور پر تیار رہنے میں کوئی حرج نظر نہیں آتا۔ان کی تیاری کی کیفیت کو دیکھنے کے باوجود ہم نے آنکھوں پر یقین نہ کرنے کی پٹی باندھ لی تھی۔اوراس طرح کی ان کی کسی بات کا سنجیدگی سے جواب نہیں دیا۔ہم ان کے بغیر زندگی کا تصور نہ کرسکتے تھے۔

اپنی موت سے قبل انہوں نے مختلف افراد اور اداروں سے مالی معاملات نمٹائے اور تمام حسابات اس طرح تیار کیے کہ جیسے وہ کسی اور کو سپرد کرنا ہوں،جن افراد کی امانتیں ان کے پاس تھیں،مثلاً لائبریری کی کتب،کاغذات وغیرہ،وہ سب لوٹا دیں۔چھوٹے چھوٹے معاملات کہ جو اِن کے ذمہ تھے ان کو بھی خوبصورتی کے ساتھ انجام کو پہنچایا۔ان کی شدید خواہش تھی کہ ان کی برطانیہ میں ایک دفعہ میری فیملی (Family) میری بہن کے خاندان سے بھی ان کی ملاقات ہو جائے جو۔۔۔۔خداوندی کے سبب نہ ہوسکی۔جب میں نے بتایا کہ ہم نے گرمیوں کی چھٹی میں نکلنے کا پروگرام بنایا ہے تو کہنے لگے کہ اس کا مطلب ہے کہ میری ملاقات آپریشن سے قبل نہ ہو سکے گی۔اسی طرح جب میری بہن نے اپنا پروگرام موخر کیا تو ان کے آنسو نکل آئے۔میرے بھائی فاروق نے اس سال کے وسط میں Slough سے واپس لسٹر آنے کا ارادہ ظاہر کیا تاکہ قربت پیدا ہوسکے اور خدمت کرسکیں تو انہوں نے منع کر دیا کہ میری خاطر ابھی نقل مکانی نہ کرو، آپریشن کے بعد فیصلہ کرنا۔

آپریشن سے دو ماہ قبل ابو نے ینگ مسلم کے کلیدی افراد کے ایک ہفت روزہ کیمپ کی مکمل رہنمائی کی اس دوران شرکاء بتاتے ہیں کہ تمام افراد کی زندگیاں بدل گئیں ہیں،ابو نے جنت کے حصول کی تڑپ کو خوب بھڑکایا،آیات قرآنی کی تفسیر اس طرح بیان کی کہ روح میں اگر گئی، اور تحریک اسلامی کے کام کو آگے بڑھانے کے نت نئے منصوبے سوچے۔ یہ ابو کی زندگی کا

آخری کیمپ تھا۔انہیں تربیت گاہیں منعقد کرنے،ان میں تذکرہ تلقین کے ذریعہ تزکیہ وتعمیر اور ایمان واحتساب کی جوت لگانے کا ملکہ حاصل تھا۔مشرقی پاکستان میں جب پہلا تربیتی کیمپ منعقد ہوا تو مغربی پاکستان سے پروفیسر خورشید احمد اور ابو گئے تھے اور ان دونوں نے وہاں چند دن کے کیمپ کے ذریعہ دعوت کے کام کو منظم کرنے کی بنیاد ڈال دی تھی۔اس کیمپ میں شریک چند لوگ آج بھی مشرقی پاکستان میں تحریک کی کلیدی ذمہ داریوں پر فائز ہیں اور چند عمر بھر کے لیے رفیق بن گئے۔اسی طرح ساوتھ افریقہ میں پروفیسر خورشید احمد اور ابو نے ایسا کیمپ منعقد کیا جو کہ آگے چل کر وہاں تحریک کی نشاۃ ثانیہ کا باعث بنا۔

لسٹر Leicester میں اسلامک فاونڈیشن کے سبزہ زار پر منعقد ہونیوالے اس کیمپ کے شرکاء نے ابو کو چلتے ہوئے ہدیہ تبرک کے طور پر ایک بڑے کاغذ میں یہ عبارت لکھ کر دی کہ"May you be with the one your love" ابو کو یہ اس قدر پسند آیا کہ آپ نے اس کو فریم میں لٹکایا۔اس عبارت کے اطراف میں شرکاء نے اپنے دستخط کیے تھے اور امید ظاہر کی ہم لوگ جنت میں ملیں گئے۔جب میں پاکستان سے ملنے آیا تو ابو نے مجھے بھی وہ فریم دکھایا اور لوگوں کے تفصیلی Remarks بھی پڑھنے کو دیئے۔مجھے اس وقت ایسا لگا کہ جیسے وہ کہہ رہے ہوں کہ دیکھو میرا نامہ اعمال پڑھو۔۔۔۔۔۔۔

اب سوچتا ہوں کہ یہ کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے بشارت کا سامان تو نہیں تھا۔۔۔!

انہوں نے رخصت ہونے سے قبل بڑی محنت اور توجہ کے ساتھ ترجمان کے آئندہ سال کے لیے بارہ انتہائی دیدہ زیب ٹائٹل احمد بھائی سے تیار کروائے۔اسلامک سوسائٹی آف برٹین (Britain) کے چند کلیدی ذمہ داروں کو دن بھر کے لیے بلایا اور برطانیہ میں دعوتی کام کو پھیلانے کے سلسلہ میں منصوبہ بندی کی۔اُن تمام افراد کو گھر میں کھانا کھلایا اور بھرپور طریقہ سے رہنمائی کی۔انہوں نے یہ سوچا تھا کہ اگر آئندہ مہلت ملی تو اپنی زندگی میں غیر مسلموں میں کام کے لیے وقف کردیں گے۔اس مقصد کے لیے انہوں نے

اپنی زمانہ بیماری میں باوجود سخت مشکلات میں تین کتابچہ تحریر کیے۔ جنکے عنوانات درج ذیل ہیں۔

1- Who is Muhammad(PBUH)

2_ Gifts from Muhammad (PBUH)

3_ The Quranic Treasures (PBUH)

اس کے علاوہ ان کا خاصا تخلیقی کام اس وقت تقریباً آخری مراحل میں داخل ہو چکا تھا۔ اس میں جو مسودات ہمیں ملے ہیں، ہماری کوشش ہو گی کہ ان کو جلد از جلد قابلِ طباعت بنا کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچایا جائے۔

ہم اس خیال سے اُٹھ گئے کہ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ رات ہم نیند آور گولی دیں گے تاکہ آپ کو اچھی نیند آئے اور صبح تروتازہ ہوں۔ امی سے انہوں نے کہا کہ تم رُک جاؤ، فاروق بعد میں آکر تمہیں لے جائے گا۔ لیکن امی نے یہی کہا کہ آپ اب اطمینان سے سو جائیں یہ بہتر ہے۔ وہ ہم سے بغل گیر ہوئے۔ اور یہ کہا کہ میں نے تمام حسابات لکھ دیئے ہیں۔ ہمیں تاکید کی صبح جلد آجائیں اور فاروق اور اویس اپنے بچوں کو بھی ضرور لے آئیں۔ ہم صبح بعد فجر ہی تقریباً ساڑھے سات بجے پہنچ گئے تو ابو کہنے لگے کہ اتنی دیر لگا دی۔ اس کے بعد ہمیں تسلی دی کہ آپریشن کا زندگی موت سے تعلق نہیں۔ موت برحق ہے اور وقت پر آئے گی، اس موت کی وجہ بظاہر کوئی بھی بات ہو سکتی ہے۔

انہوں نے غسل کیا اور پھر آپریشن کے لیے مخصوص کپڑے پہنے۔ اپنا سامان پیک کروایا۔ کونسی چیز گھر چلی جائے اور کون سی بعد میں آئی سی یو کے لیے رکھ دی جائے۔ پھر جب وہ بستر پر لیٹے تو ہمیں دیکھ کر انتہائی بھرپور طریقے سے مسکرائے۔ میرا دل اس وقت اس مسکراہٹ سے بیٹھ سا گیا۔ میں بظاہر اس کی توجیہہ نہ کر سکا۔ پھر انہوں نے نرس سے کنگا مانگا تو نرس ے مذاقاً کہا کہ You are looking smart for your big day آپ نے جواباً کہا کہ

Yes today is my big day اس جواب پر میں پھر ٹھٹکا۔انہوں نے پھر امی کو ایک لفافہ دیا اور کہا کہ اس کو میرے تھیٹر میں جانے کے بعد کھولنا۔اس کے بعد امی نے ابو سے کہا کہ آپ نے ظہر کی نماز پڑھ لی۔جس پر انہوں نے نماز شروع کر دی۔جب نماز شروع کر دی تو اس خشوع وخصوع سے پڑھنے لگے کہ میں نے دل میں سوچا کہ یا اللہ یہ تو بالکل اس طرح پڑھ رہے کہ جیسے یہ ان کی آخری نماز ہو۔ان کے چہرے پر ہمیشہ میں نے نور کی کرنیں پھوٹتی دیکھی ہیں اور اُس کی روشنی کو بار بار محسوس کیا ہے۔لیکن اس وقت نماز پڑھتے ہوئے ان کا چہرہ نور کا قمقمہ بنا ہوا تھا۔ہم بھائیوں نے سوچا کہ سردی میں ظہر کا وقت تو مشکل سے ایک گھنٹہ ہی رہا ہے تو اس اثنا میں کہ ابو مصروف نماز ہیں کیوں نہ ہم بھی جلدی سے نماز پڑھ آئیں۔ہم نماز پڑھنے اُٹھ گئے۔جب ہم نماز پڑھ کر کمرے کی طرف پہنچے تو دیکھا کہ ابو جا چکے ہیں۔ہم جلدی سے تھیٹر کی طرف گئے تو راستہ میں امی ملیں، ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور کہنے لگیں کہ وہ ابو کو تھیٹر کے اندر لے جانے لگے تھے لیکن ابو زور سے چیخے کہ My Sons,My Sons , تو انہوں نے ابھی باہر روک لیا ہے۔تم لوگ جلدی جلدی سے مل لو۔ہم جلدی سے کمرے کی طرف لپکے تو وہ بستر میں لیٹے ہوئے مسکرا رہے تھے۔انہوں نے فرداً فرداً ہمیں گلے لگایا اور پیار کیا اس کے بعد اسٹاف ان کے بستر کو کمرے کے اندر لے گیا۔یہ ابو سے اس دنیا میں ہماری آخری ملاقات تھی۔امی نے بعد میں بتایا کہ ابو جانے سے پہلے ملنے کے لیے بہت بیتاب تھے۔ہم نے امی کو تسلی دی۔اور انتظار گاہ میں آ کر بیٹھ گئے۔میرے بھائی احمد نے ابو کی صحت کے لے، سات روزوں کی منت مانی تھی۔آج اس کا چھٹا روزہ تھا۔لہٰذا ہم مغرب کے وقت افطار کے لیے کیفے ٹیریا چلے گئے۔جب وہاں سے واپس آئے تو ہمیں بتایا گیا کہ آپریشن تقریباً سات بجے تک مکمل ہو گا۔ہم سب بے چینی سے انتظار کرتے رہے۔میں نے خورشید چچا کو اور ڈاکٹر مناظر کو فون کر کے اطلاع دی کہ آپریشن سات بجے تک ختم ہو گا تو آپ لوگ اسی حساب سے آ یئے گا۔

تقریباً پونے سات سے دو منٹ بعد سرجن باہر آیا اور یہ کہا کہ I want to talk to Murads sons میں آگے بڑھا اور یہ کہا کہ I am Murads son,Yes تو

سرجن مجھے ایک الگ کمرے میں لے گیا اور کہنے لگا کہ Not well!Not well !
Yourfather died two minutes agoاس کے بعد ایسا لگا کہ جیسے زمین پھٹ پڑی ہے اور آسمان گر گیا ہے۔ جیسے ہر شے ساکن ہوگئی ہے۔ پورا وجود تھم گیا ہے۔ سرجن تفصیل سے بتانے لگا کہ خطرہ تو شروع سے تھا لیکن ہم آخر وقت تک کامیابی پر مطمئن تھے۔ یہاں تک کہ ہم نے کام مکمل کر کے سوچا کہ اب سینہ کو بند کر دیا جائے لیکن اس لمحہ اچانک دل بیٹھنا شروع ہوا اور باوجود کوشش کرنے کے دوبارہ نہ شروع ہوسکا۔ جو اللہ کی مرضی تھی اس سے آخر کوئی کیسے اختلاف کرسکتا ہے۔ موت تو اٹل ہے۔۔ موت تو برحق ہے۔

تھوڑی ہی دیر میں خورشید چچا اور مناظر بھائی پہنچ گئے۔ وہ خبر سن کر خاموش کھڑے ہو گئے۔ دیکھنے والا اندازہ کرسکتا تھا کہ وہ کس کیفیت سے گزر رہے ہیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ ان کی ابو کے ساتھ ۴۷ سال کی رفاقت رہی۔ جس میں اللہ کے لیے دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ وفاداری کی۔ حقیقت یہ ہے کہ میں بچپن سے جب وہ حدیث پڑھتا تھا کہ قیامت کے دن جو لوگ عرش الٰہی کے سائے میں ہوں گے ان میں وہ دو دوست بھی ہوں گے کہ جو صرف اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے تو میرے ذہن میں ابو اور خورشید چچا ہی کی دوستی کی مثال ذہن میں آتی تھی۔ وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ میں بالکل تنہا رہ گیا ہوں۔ میں نے امی کو دلاسا دیا۔ وہ خاصی دیر تک سکتے میں رہیں۔ آنسوؤں کا سیلِ رواں تھمنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ میں انہیں کیسے چپ کرا سکتا تھا۔ میں تو خود نیم پاگل ہو گیا تھا۔ میرے دل میں کئی طرح کی کسک اور حسرتیں تھیں، مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ جب بھی کہیں جاتے تو واپسی کی اُمید ہوتی تھی اب وہ باقی نہیں رہی تھی۔ ان کا سینہ ٹھنڈی چھاؤں کی طرح تھا۔ ہم ہر چھوٹے بڑے معاملہ پر مشورہ کر لیتے تھے۔ ان کے ہوتے ہوئے یہ اطمینان تھا کہ ان کے نالہ نیم ہستی میں ہمیں یاد رکھتے تھے۔ ان کی صحبت پُر لطف ہوتی تھی۔ انہوں نے ہمیں اسلام کے راستے پر چلایا اور پھر ہر قدم پر رہنمائی بھی کی۔ میرا اور انکا رشتہ عام طور پر محض باپ اور بیٹے کا رشتہ نہیں تھا۔ وہ میرے روحانی باپ بھی ہیں۔ وہ میرے آئیڈئل بھی تھے۔ وہ میرے مربی بھی

تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہسپتال والوں نے ابو کی میت ایک کمرے میں لا کر رکھ دی۔ اور ہم لوگوں کو ملاخظہ کی دعوت دی۔ خورشید چچا، ہم لوگ اور امی کمرے میں گئے۔ تو ان کا چہرہ پر سکون بھی تھا۔ پرنور بھی تھا۔ میں نے سورۃ یٰسین کی تلاوت کی۔ فاروق نے قرآنی آیات تلاوت کیں۔ احمد بھائی نے سورۃ الزھر کی تلاوت کی۔ خورشید چچا نے رسول اللہ کی وہ مشہور دعا پڑھی کہ جو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کی وفات کے موقع پر پڑھی تھی۔ رات پھر ہم گھر آ گئے۔ اس اثناء میں لسٹر سے اور بھی خاصے لوگ پہنچے لگے اور ہسپتال والوں نے درخواست کی کہ ہجوم نہ بڑھے۔ میں نے پھر منصورہ فون کیا اور منور بھائی کو اطلاع دی۔ ٹیلی فون پر ان کی سسکیوں کی آواز مجھے سنائی دے رہی تھی۔ میں نے اپنے گھر فون کر کے اپنی بیوی ڈاکٹر نوشابہ کو بتایا اور انہیں کہا کہ وہ میری بہن جو کراچی میں ہیں ان کے گھر چلی جائیں اور بتا دیں۔ ہم بھائی بہنوں میں اس وقت وہ ہی تنہا ابو سے دور تھی۔

ہمیں رات کو مناظر صاحب نے ایک لفافہ دیا اور یہ کہا کہ یہ ابو آپریشن سے قبل مجھے دے گئے تھے کہ اگر میری موت واقع ہو جائے تو یہ فوری طور پر بیٹوں کو دے دیجیے گا۔ انہوں نے بتایا کہ ایک اور بڑا لفافہ بھی ہے جو کہ انہوں نے کہا کہ تدفین کے بعد دیا جائے۔ ہم نے لفافہ کھول کر خط پڑھا۔ اس کا مضمون کچھ یہ ہے۔

ہم چاہتے تھے کہ ان کی وصیت کے مطابق انہیں اگلے روز ہی دفن کر دیا جائے لیکن بعض قانونی موقع کے باعث ایسا ممکن نہیں تھا۔ لہٰذا یہ فیصلہ کیا گیا کہ ان کی تدفین بروز ہفتہ بعد نماز ظہر عمل میں آئے گی۔ اس دوران فاروق مختلف اداروں سے نمٹتے رہے تاکہ جلد از جلد تدفین کو یقینی بنا سکیں۔ ہفتہ کے روز صبح ہم نے غسل دینے کا اہتمام کیا۔ اس میں ہم بھائیوں کے علاوہ خورشید چچا، مناظر بھائی اور Young Muslim کے صدر ظہور اور عمران بھی شریک ہوئے۔ ان کی یہ خواہش پوری کرنا تو ممکن نہ تھا کہ جو احرام کے تولیے انہوں نے آب زم زم میں بھگو کے لائے تھے، حالت عمرہ میں، ان کو کفن کے لیے استعمال کیا جائے، اس لیے کہ وہ لاہور میں رکھے

ہوئے تھے۔لیکن خورشید چچا کے گھر میں زم زم ایک بڑا کنستر موجود تھا۔ وہ انہوں نے دے دیا۔ اس میں ان کے کفن کو ایک رات پہلے بھگو کر سکھا دیا گیا تھا۔ نیز ان کے جسم کو بھی تیرا غسل زم زم سے ہی دیا گیا۔ اس کے بعد کفن میں ان کو ملبوس کر کے ان کے چہرہ پر ان کا پسندیدہ عطر جنت الفردوس لگایا۔ تابوت کو اسلام فاؤنڈیشن کے سبز پرچم جس میں کلمہ طیبہ لکھا تھا اور خانہ کعبہ کی تصویر تھی، سے ڈھانپ دیا گیا۔

جس گاڑی میں تابوت رکھا گیا اس میں میرے بڑے بھائی نے مجھے کہا کہ تم بیٹھ جاؤ۔ میں سارے راستے سورۃ واقعہ، سورۃ ق، اور دوسری سورتوں کی تلاوت کرتا رہا۔ ہم جنازہ لے کر پہلے گھر آئے۔ یہاں ہمارے بہنوئی سید محمد بلال جو کراچی میں شباب ملی کے صدر ہیں اور یونین ٹیکساس آئل کمپنی میں انجینئر ہیں موجود تھے۔ وہ اُسی وقت کراچی سے پہنچے تھے۔ وہ اگست میں ابو سے ملنے کے لیے آنا چاہتے تھے لیکن چونکہ تمام بچوں کو ویزا نہیں ملا تھا۔ انہوں نے اپنا پروگرام موخر کر دیا تھا۔ بہر حال یہ ابو کے لیے خوشی کی بات ہوگی کہ ان کے تمام بچے، ان کو، سفر آخرت کے لیے روانگی سے قبل الوادع کہنے کے لیے موجود تھے۔ امی اور تمام گھر والوں نے انتہائی صبر وضبط سے کام لیا۔ ہم نے سوچ لیا تھا کہ کوئی میت کے سامنے بلند آواز سے نہیں روئے گا۔ امی سارا وقت قرآن کی یہ آیت تلاوت کرتی رہیں **یاَ ایَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِی اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَرْضِیَّةً فَادْخُلِی فِی عِبَادِی وَ ادْخُلِی جَنَّتِی**۔

تھوڑی دیر کے بعد نماز ظہر ہوئی اور پھر جنازے کو دوبارہ قرآنی آیات کی تلاوت کے سائے میں، اور کلمہ شہادت کی گونج میں اُٹھا کر قبرستان لے آیا گیا۔ لسٹر کے قبرستان میں مسلمانوں کے لیے ایک الگ جگہ مخصوص ہے۔ اس میں نماز جنازہ کی ادائیگی کے لیے بھی مسجد بنی ہوئی ہے۔ اوپر درج ہوئی وصیت میں جس طرح ابو نے لکھا تھا کہ بچے جس سے مناسب سمجھیں نماز جنازہ پڑھوالیں، ہم نے فیصلہ کیا کہ ہم خورشید چچا ہی سے درخواست کریں کہ وہ پڑھوائیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ میرے لیے اعزاز کی بات ہوگی لیکن انہوں نے تجویز دی کہ

اخوان المسلمون کے مرشد عام الاستاز مصطفٰے مشہود خاص طور پر قاہرہ سے جنازہ میں شرکت کے لیے آ رہے ہیں، لہٰذا بہتر ہو گا کہ اُن سے پڑھوالی جائے، لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ ان کو ویزا نہ ملا تو انہوں نے اردن سے نائب مرشد عام حسن الہضیبی کو بھجوایا ہے۔ نماز جنازہ انہوں نے پڑھائی۔ تقریباً ایک ہزار سے زائد لوگ شریک تھے۔ نماز جنازہ کے بعد خورشید چچا نے انتہائی جذباتی اور دل سوز تقریر کی۔ انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ مجھے اسلام کے راستے پر لے کر آئے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خرم نے اپنی پوری زندگی اعلائے کلمہ الحق کے لیے وقف کر دی تھی۔ انہوں نے کہا کہ بالعموم ایسے موقع پر ہم انہیں سے درخواست کرتے تھے کہ وہ تزکیہ و تلقین کریں لیکن آج یہ ذمہ داری مجھے ادا کرنا پڑ رہی ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے شیخ راشد الغنوستی جو تیونس کے تحریک اسلامی کے سربراہ رہے ہیں ان سے درخواست کی وہ خطاب کریں۔ شیخ راشد الغنوستی نے فصیح و بلیغ عربی میں فکر آخرت کی تلقین کی۔ موت سے پہلے موت کی تیاری کی نصیحت کی اور ابو کی عالمی تحریک اسلامی کے لیے خدمات کو سراہا۔ انہوں نے کہا کہ وہ اس وقت یقیناً شیخ حسن البنا، سید ابوالاعلی مودودی اور سید قطب کے ساتھ کھڑے مسکرا رہے ہوں گے۔

اس کے بعد ان کی تدفین عمل میں آئی۔ تدفین کے بعد ہم لوگ ان کی وصیت کے مطابق کچھ دیر کے لیے ٹھہر گئے اور قرآن کی تلاوت کرتے رہے پھر احمد بھائی نے دعا کروائی۔ میں سوچ رہا تھا کہ وہ نماز ظہر پڑھ کر رخصت ہوئے تھے اور اب جبکہ قبر میں لیٹے ہیں تو نمازِ عصر کا وقت ہے۔ سورج کی کرنیں پورے قبرستان کے سبزہ کو چمکا رہی تھیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب لوگ چالیس قدم دور چلے جاتے ہیں تو فرشتے آتے ہیں اور میت کو بٹھایا جاتا ہے۔ اس وقت مومن کے سامنے عصر ہی کا وقت ہوتا ہے اور وہ یہ کہتے ہوئے اُٹھتا ہے کہ ہائے میری نماز! ہائے میری نماز!

اگلے روز خورشید چچا اور مناظر بھائی نے ہم کو بلایا اور ابو کی وصیت کا لفافہ احمد بھائی کو دیا۔ ہم نے پھر جمع ہو کر وہ وصیت پڑھی۔ اس میں مالی معاملات کے بارے میں الگ کاغذات تھے اور

اسکے علاوہ ۴۴ صفحات پر ہم سب لوگوں کے لیے ۔۔۔۔۔۔۔ کا ایک بہترین نسخہ تھا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ تزکیہ نفس کے لیے اور زندگی کی شاہراہ پر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق چلنے کے لیے ایک بہترین ہدایت نامہ ہے۔ اسی لیے اس کی اشاعت کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ بھی انشاءاللہ جلد ہو جائے گا۔

میں ابو کے فکری و عملی پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے لیے پھر قلم اُٹھاؤں گا اس وقت تمام احباب سے یہ درخواست کروں گا کہ اگر ابو کا کسی سے کوئی لین دین تھا اور کچھ واجب الوصول تھا تو ہمیں بتائیں۔ ہم ان کی ادائیگی کے پابند ہوں گے۔ اگر کبھی دانستہ یا نادانستہ ان کے کسی عمل یا قول سے کسی کا ان سے دل دکھا ہو تو وہ معاف کر دے۔ اور اگر کوئی یہ محسوس کرتا ہو کہ ان سے زیادتی ہو گئی تھی تو وہ آئے ہم اسکا صلہ دیں گئے۔ انشاءاللہ ہم نے ابو کے مسودات اور نامکمل کام کا جائزہ لیا ہے۔ اس کی روشنی میں ہم محسوس کرتے ہیں کہ تقریباً ایک درجن سے زائد کتب انگریزی اور اُردو میں شائع ہو سکتی ہیں۔ انشاءاللہ ابو کے رفقائے کار کے تعاون سے یہ کتب ایک سال تک کے عرصہ میں آ جائیں گی۔ اس کے علاوہ انہوں نے احادیث اور قرآنی آیات کے درس کے تقریباً ۲۰۰ ویڈیو اور سینکڑوں آڈیو چھوڑے ہیں۔ انشاءاللہ اس کا انتخاب بھی عام کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ قرآن کے پھیلاؤ سے ابو کو عشق تھا۔ انہوں نے سینکڑوں لوگوں کو قرآنی عربی سکھائی اور درس قرآن کی تربیت دینے کے لیے خصوصی تربیت گاہیں منعقد کی تھیں۔ ہمارا یہ ارادہ ہے کہ اس سلسلہ کو منظم انداز میں جاری کریں گے۔ مستقل بنیادوں پر ایسی تربیت گاہ منعقد کریں گے کہ جہاں قرآنی عربی اور درس قرآن کی تعلیم سکھانے کا اہتمام ہو گا۔ یہ انتظام مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ ہو گا۔ جو لوگ اس منصوبے میں تعاون کرنا چاہیں وہ ہم سے رابطہ کریں۔

حدیث رسولؐ کا مفہوم ہے کہ جب انسان کو موت آ جاتی ہے تو اس کا نامہ اعمال بند ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے۔ اولاد صالح وہ صدقہ جو زندگی میں کیا اور مرنے کے بعد بھی برگ و آباد رہے وہ علم کہ جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔ انشاءاللہ وہ اولاد صالح کہ جو نیک کام کرے۔

انشاء اللہ ان تین حوالوں سے ابو کے نامہ اعمال میں اضافہ کا بندوبست مسلسل ہوتا رہے گا۔ اس لحاظ سے وہ عمر جاوداں پا چکے ہیں۔ ابو کی اولاد میں سے دو تو اپنے ملک میں تحریک کے ساتھ ہمہ وقتی کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ احمد عمر مراد، امریکہ میں شکاگو میں مقیم ہیں اور Islamic Circle of North America کے ساتھ مختلف پروجیکٹ پر کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے واشنگٹن اسٹیٹ یونیورسٹی سے بائیوکیمسٹری سے ڈاکٹریٹ کی اس کے بعد تین سال ریسرچ کا کام بھی کیا۔ لیکن پھر تحریک کے حکم پر لبیک کہا اور اپنا کیئریر چھوڑ دیا۔ اسی طرح فاروق سلمان مراد نے Longhorough University سے انجینئرنگ کی ڈگری لی ہے لیکن ان کی صبح وشام دعوت دین کے لیے وقف ہے۔ انہوں نے برطانیہ میں Young Muslim کے نام سے نوجوانوں کی تنظیم کی بنیاد ڈالی۔ اس وقت ہزاروں افراد اس سے وابستہ ہیں۔ وہ تین سال تک اُس کے بانی صدر رہے اور پھر جب اسلامک سوسائٹی آف برٹین (Britain) کی تشکیل عمل میں آئی تو دو سال اس کے صدر رہے۔ ان کے چوتھے بیٹے اویس طیب مراد سن سکتے ہیں نہ بول سکتے ہیں لیکن وہ اپنے حلقے میں اب تک درجنوں افراد کو گمراہی سے نکال کر اسلام سے روشناس کرا چکے ہیں۔ نیز چار غیر مسلموں کو بھی مسلمان بنا چکے ہیں۔ ابو کے داماد سید محمد بلال بھی کراچی جمعیت کے معتمد رہے، جماعت اسلامی کراچی کے نائب امیر رہے اور اب شباب ملی کے صدر ہیں۔ ابو اس لحاظ سے بلال بھائی کی بہت قدر کرتے تھے کہ انہوں نے اپنی نگاہیں دنیاوی منفعت کی بجائے یکسو ہو کر آخرت کی نعمتوں کے حصول کے لیے تندہی کے ساتھ وقف کی ہوتی ہیں۔

ہماری امی ماضی میں بھی ہر آزمائش پر پوری اتری ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ جب ابو کو ڈھاکہ پولیس نے گھر سے گرفتار کیا تو ابو ہم لوگوں پر نظر ڈالے بغیر روانہ ہو گئے۔ اور پھر امی ہمیں سمجھاتی رہیں کہ ابو کو کیوں پولیس لے گئی ہے۔ امی نے ہمارے دلوں میں انبیاء کے حقوق کے ذریعہ ایسے نقش قائم کیے ہیں کہ ہمیں زندگی گزارنے کے صحیح اسلوب کے سلسلہ میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔ انہوں نے ہمیں قرآن کی تعلیم دی، اور رسول اللہؐ اور صحابہؓ کے عشق پیدا کرتی ہوئی تربیت

دی۔ جب ابو ڈھائی سال جنگی قیدی کی حیثیت سے ہندوستان میں رہے تو اس وقت بھی امی نے حد درجہ صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس میں شروع کا ایک عرصہ ایسا بھی تھا کہ ہمیں معلوم نہ ہوتا تھا کہ ابو زندہ بھی ہیں کہ نہیں۔ ابو نے اپنی زندگی میں پانچ دفعہ ہجرت کی۔ پہلی مرتبہ وہ ہندوستان سے پاکستان آئے تھے۔ اس کے بعد ہر ہجرت کے موقع پر امی نے ابو کا بھرپور ساتھ دیا۔ دوسری ہجرت کراچی سے ڈھاکہ منتقل ہونے کے لیے کی۔ تیسری ہجرت ڈھاکہ سے دوبارہ کراچی آ کر کی۔ چوتھی ہجرت کراچی سے سعودی عرب جا کر کی۔ پانچویں ہجرت سعودی عرب سے لسٹر یو کے (Leicester -UK) آ کر کی۔ اور پھر چھٹی ہجرت لسٹر سے دوبارہ لاہور منتقل ہو کر کی۔ ہر موقع پر آزمائشوں کا ایک نیا سلسلہ تھا۔ لیکن امی صبر کے ساتھ ابو کا ساتھ دیتی رہی ہیں۔ انہوں نے ابو کے آخری دور میں ابو کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔ ان کا سارا وقت ابو کو آرام پہنچانے میں گزرتا تھا۔ ابو کے لیے انہوں نے کئی سوئیٹر بنائے جن کو بناتے وقت سلائی کی ہر بنائی وہ سبحان اللہ وبحمدہ اللہ العظیم پڑھتی تھی۔ ابو نے پاکستان سے ایک خوبصورت جائے نماز امی کے لیے منگوائی اور امی کو تحفہ کے طور پر دی۔ پھر بعد میں امی کہتی ہیں کہ انہوں نے کہا میں سوچ رہا ہوں کہ میں بھی کچھ نمازیں اس پر پڑھ لوں۔ ابو کی دی ہوئی جائے نماز جس پر انہوں نے کئی راتوں کی گھڑیاں بھی گزاریں اب امی کے پاس ابو کی آخری یادگار ہے۔

میں اپنے مضمون کا اختتام ابو کے اس خط کے ترجمے کے کرتا ہوں کہ جو انہوں نے Young Muslim کے کیمپ میں شریک لوگوں کو انکے تاثرات کے جواب میں بھیجا تھا۔ یہ بھی ان کی وصیت کا ایک حصہ ہی بن چکا ہے۔

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

جو کچھ تم لوگ چھوڑ گئے تھے وہ میں نے پڑھ لیا ہے۔ محبت کے بے تحاشا جذبات و احساسات آپ لوگوں نے مجھ پر نچھاور کیے ہیں میں ان سے شدید طور پر مغلوب ہوں۔ میں پانچ روز تک تم سب کی بابرکت محبت پر بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ چونکہ اس طرح تم سب نے مجھے ثواب عظیم حاصل کرنے کے قابل بنایا۔ بالخصوص اس صورت میں جبکہ تم لوگ جو کچھ اللہ کی مدد کے ذریعہ میں پہنچا سکا ہوں اس پر عمل کرنا جاری رکھو۔

مجھے حد درجہ خوشی ہوتی ہے جب تم مجھے یہ بتاتے ہو کہ تم نے میرے ساتھ رہ کر کیا کچھ سیکھا ہے۔ لیکن مجھے فکر ہے اور میں دعا گو ہوں کہ جو کچھ تم نے حاصل کیا ہے وہ وقت گزرنے کے ساتھ بے اثر نہ ہو جائے۔ مجھے یہ احساس تمھاری خاطر بھی ہوتا ہے کہ اور کیسی قدر اپنی خودغرضی کی بنا پر بھی چونکہ جب تک تم اس پر عمل کرتے رہے گے۔ انشاءاللہ مجھے تمھاری طرف سے قیمتی تحفے ملتے رہیں گے۔

خود کو حمد اور استغفار کے لیے مخصوص کر لو۔

چوتھا یہ کہ دل کی کیفیت خواہ کتنی ہی شکستہ یا پست کیوں نہ ہو کبھی وہ کام کرنے سے نہ رکو کہ جن کا اللہ نے حکم دیا ہے یا جس کا تم نے کرنے کے سلسلہ میں اللہ سے وعدہ کیا ہے۔

پانچویں ہر روز اس پیغام اور مشن کے لیے کچھ کرنے کے بارے میں ضرور کچھ سوچو یا عملاً کرو کہ جس کی ذمہ داری اللہ نے عائد کی ہے۔ یاد رکھو! جہاد نیکی کا اعلیٰ ترین درجہ ہے اور دعوت اس کا سب سے ضروری مرحلہ ہے۔

چھٹا یہ کہ اچھی صحبت میں رہو۔ ان چیزوں کے بارے میں گفتگو کیا کرو کہ جو تم نے یہاں سی ہیں۔ ہر ایک سے بات کرو یہاں تک کہ غیر مسلموں سے بھی۔ یہ دعوت کے لیے ایک اچھا کام ہوگا۔ جن چیزوں کے بارے میں تم بات کرتے ہوں، وہ راسخ ہو جاتی ہیں اور پھر تمہیں زندہ

رکھتی ہیں۔

ساتواں یہ کہ کبھی کبھار جو کچھ یہاں سنا ہے اسکے ٹیپ بھی سن لیا کرو۔لیکن میری باتیں کمزور ہیں، واقعی ہیں، کچھ بھی نہیں ہیں۔ اپنا وقت قرآن، رسول اللہؐ کی صحبت سیرت میں اکثر اور زیادہ سے زیادہ گزارو۔اور آخری بات یہ ہے کہ کبھی امید نہ چھوڑو، مایوس نہ ہو، شکستگی نہ طاری کرو، اور دل نہ ہارو۔

مجھے یقین ہے کہ تمام کاموں کو کرنے کے نتیجہ میں، اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے تم ان برکات سے کبھی محروم نہ ہو گے کہ جو تم نے یہاں حاصل کیں۔ اللہ یقیناً تمھاری مدد کرے گا اور تمہیں اپنے سے قریب لے آئے گا لیکن ارادہ اور پہل کا اظہار تمھاری جانب سے ہونا چاہیے۔ اللہ تمھارے ساتھ ہو۔ اور مجھے اپنی دعاؤں میں نہ بھولنا، جس حد تک ممکن ہو۔

والسلام

محبت کے ساتھ، تمھارا

خرم